

عراق اور بابرہی مسجد کے معاملہ میں عالم اسلام کی راہنمائی

احمدیت کی ترقی کو اب دنیا میں کوئی نہیں روک سکتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ نومبر ۱۹۹۰ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

عالم اسلام پر جو حالات آجکل گزر رہے ہیں وہ ہر احمدی کے لئے بہت ہی زیادہ باعثِ فکر ہیں اور پریشانیاں کم ہونے کی بجائے سردست بڑھ رہی ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی احبابِ جماعت کو بار بار دعا کی طرف توجہ کرنے کی نصیحت کی تھی، اب پھر میں اس خطبے کے ذریعے جماعت کو دعا کی یاد دہانی کراتا ہوں۔ بڑی سنجیدگی کے ساتھ اور گہرے خلوص اور درد کے ساتھ ہر احمدی کو باقاعدہ اس امر کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عالم اسلام کے خطرات کو ٹال دے اور اگرچہ بہت ہی گہرے اور سیاہ بادل ہر طرف سے گھر کر آئے ہیں لیکن خدا کی تقدیر جب چاہے ان کے رُخ پھیر سکتی ہے اور اس وقت دنیا کا کوئی ایسا حصہ نہیں ہے جہاں یا براہِ راست مسلمانوں کو خطرہ درپیش نہ ہو یا بالواسطہ خطرہ درپیش نہ ہو اور ان تمام خطرات کے مقابلے کے لئے فی الحقیقت دنیا میں کہیں بھی مسلمان تیار نہیں اور جو اسلامی اور عقل و دانش کا ردِ عمل ہونا چاہئے وہ ردِ عمل کہیں دکھائی نہیں دے رہا اس لئے ہمارا کام ہے کہ نصیحت بھی کریں، سمجھانے کی بھی کوشش کریں خواہ کوئی ہماری آواز سُنے یا نہ سُنے، ہمارا فرض ہے کہ اس وقت جو بھی نصیحت کا حق ہے وہ ضرور ادا کریں لیکن محض نصیحت پر بناء نہیں کرنی کیونکہ نصیحت ان کانوں پہ پڑے جو سُننے کے لئے آمادہ نہ

ہوں، حالات اُن آنکھوں کو دکھائے جائیں جو دیکھنے کے لئے تیار نہ ہوں اور بات ان دلوں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے جن کے اوپر ضد کی مہریں لگی ہوں تو جو بھی انسان کرنا چاہے اس کا نیک نتیجہ نہیں نکل سکتا اس لئے دعائیں بہت ضروری ہیں۔ نصیحت میں تاثیر پیدا کرنے کے لئے بھی دعاؤں کی ضرورت ہے اور جہاں تک غیر دنیا کا تعلق ہے ان کے رخ موڑنے کے لئے بھی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

آپ کی دعاؤں کے بھی دورِ رخ ہونے چاہئیں۔ ایک یہ کہ اللہ اہل اسلام میں ہوشمند لیڈر شپ پیدا فرمائے اور اہل اسلام کی قیادت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے ان کو عقل دے، ان کو تقویٰ کا نور عطا کرے اور حالات کو سمجھنے کی توفیق بخشے اور دوسری طرف جو ظالم باہر کی دنیا سے اسلام پر حملہ آور ہونے والے ہیں یا ہو رہے ہیں یا اندرونی طور پر مسلمانوں کے اندر سے ان سے دشمنی کرنے والے اسلام کے بھیس میں اُن سے دشمنی کر رہے ہیں ان سب کے رخ پھیر دے اور ان کی تمام کوششوں کو نامراد اور ناکام فرما دے۔ سرسری طور پر جو کچھ اس وقت ہو رہا ہے وہ میں آپ کے سامنے مختصراً رکھتا ہوں۔ سرسری طور پر تو نہیں مگر مختصراً رکھتا ہوں کیونکہ اس سے پہلے اس مضمون پر مختلف رنگ میں روشنی ڈال چکا ہوں۔

عراق کے ساتھ وابستہ جھگڑے کا تعلق درحقیقت کویت پر عراق کے قبضے سے ہے۔ یہ تو سب دوستوں کو معلوم ہے اور اس وقت تمام دنیا کی طاقتوں کو عراق کے خلاف جو اکٹھا کیا جا رہا ہے اس کے محرکات کیا ہیں ان میں سے ایک دو میں نے بیان کئے لیکن بہت گہرے محرکات ہیں۔ اگر توفیق ملی تو آئندہ کبھی ان پر تفصیل سے روشنی ڈالوں گا اور یہ بتاؤں گا کہ ان سازشوں کی باگ ڈور درحقیقت کن ہاتھوں میں ہے لیکن خلاصہ اس جھگڑے کا یہی ہے کہ ایک مسلمان ملک نے ایک ایسے خطہ زمین پر قبضہ کر لیا جو اس مسلمان ملک کے نزدیک کبھی اس کا تھا اور انگریزوں نے اس خطے کو کاٹ کر وہاں ایک الگ حکومت قائم کر دی تھی۔ یہ عراق کا کیس ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر آج ہم کسی خطے پر کسی تاریخی دعویٰ کے نتیجے میں کسی ملک کو قبضہ کرنے دیں تو اس سے عالمی امن کو شدید خطرہ لاحق ہوگا اور ہم کسی قیمت پر بھی اس قسم کی ظالمانہ حرکت کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دے سکتے۔ چنانچہ مغربی راہنماؤں کی طرف سے بار بار اس خیال کو بھی رد کیا جا رہا ہے کہ تیل میں

ہمیں دلچسپی ہے۔ کہتے ہیں تیل میں ہمیں کوئی دلچسپی نہیں دلچسپی ہے تو امنِ عالم میں دلچسپی ہے۔ ایک خطے کو جو زمین کا ایک ٹکڑا ہے اس کو کوئی ملک اپنے قبضے میں اس لئے کر لے کہ تاریخی لحاظ سے کچھ اور تھا یہ بالکل ایک لغو بات ہے اور ہم ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

آئیے اب ہم اس دور کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈال کر دیکھیں کہ کیا ہوتا رہا ہے اور یہ جو دلیل پیش کی جا رہی ہے اس کی ماہیت کیا ہے۔ جہاں تک عالمِ اسلام سے تعلق رکھنے والی بعض سرزمینوں کا تعلق ہے ان میں سب سے پہلے فلسطین کی سرزمین ہے جس کے ایک بڑے حصے پر اس وقت اسرائیل کی حکومت قائم ہے اور اس کے علاوہ بھی وہ حکومت سرکتی ہوئی اردن دریا کے مغربی ساحل تک پہنچ چکی ہے۔ یہ حقیقت میں ایک تاریخی قضیہ تھا۔ ہزاروں سال پہلے یہود کا اس سرزمین پر قبضہ تھا اور یہاں انہوں نے معبد تعمیر کئے اور اس زمین کو یہود کے نزدیک غیر معمولی اہمیت تھی۔ مغربی طاقتوں نے اس قدیم تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس زمانے کا جغرافیہ تبدیل کیا اور اس قدر غیر معمولی ہٹ دھرمی اور جسارت کی کہ سارا عالمِ اسلام شور مچا تا رہ گیا اور عالمِ اسلام کے سوادِ دنیا کی بہت سی دوسری طاقتیں بھی عالمِ اسلام کی ہمنوائی میں اٹھ کھڑی ہوئیں کہ تم تین چار ہزار سال پرانی تاریخ کو ٹٹولتے ہوئے راکھ کے انبار میں سے ایک چنگاری نکال رہے ہو اور اسے ہوادے کر آگ بنانے لگے ہو۔ تمہارا کیا حق ہے کہ آج اس پرانے دعوے کو قبول کرتے ہوئے اس حال کی دنیا کے نقشوں کو تبدیل کرو۔ مگر وہی بڑی حکومتیں جو عراق کو تباہ کرنے پر آج ٹٹی بیٹھی ہیں وہ متحد ہو گئیں اس بات پر کہ نہیں تاریخ کے نتیجے میں جغرافیہ تبدیل کئے جائیں گے اور جغرافیہ تو تبدیل ہوتے رہنے والی چیزیں ہیں۔

پھر آپ کشمیر کو دیکھ لیجئے، پھر آپ جونا گڑھ کو دیکھ لیجئے۔ پھر آپ حیدرآباد دکن کو دیکھ لیجئے غرضیکہ بہت سے ایسے ممالک ہیں جو آج بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ اس دور میں جس میں سے ہم گزر رہے ہیں تاریخ کے حوالے سے یا بغیر کسی حوالے کے جغرافیہ تبدیل کئے گئے اور تمام دنیا کی سیاست کو کوئی خطرہ درپیش نہیں ہوا اور سیاسی تقسیمیں دنیا میں جتنی بھی ہیں انہوں نے ان تبدیلیوں کے نتیجے میں کوئی واویلا نہیں کیا اور کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ سب دنیا مل کر اس تبدیل ہوتے ہوئے جغرافیہ کو پھر پہلی شکل پر بحال کر دے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہم جب افریقہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں

تو اور بھی زیادہ حیرت انگیز اور بھیانک شکل دکھائی دیتی ہے۔ ایک رسالہ The Plain Truth یہاں سے شائع ہوتا ہے، اس کے ایک صفحے میں سے چند اقتباسات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ آپ کو علم ہو کہ دنیا کا جغرافیہ تبدیلی کرنے کا حق کن کو ہے اور کن کو نہیں ہے۔ یہ لکھتا ہے:

In November 1884, Representatives of 13 European Nations and The United States met in Berlin. Having portioned out Africa among themselves, they agreed to respect each other's "spheres of influence". Soon only Ethiopia and Liberia remained independent nations. (The Plain Truth, October 1990)

..... In actuality the division of Africa was done with mainly European interests in mind In most black African states south of the sahara the standard of living is falling, the people hungry, bewildered and disillusioned. A part of the blame must be placed on the way the continent was, and is, divided. Only a divine power could reverse this tragedy peaceably. (The Plain Truth Oct. 1990)

لکھتا ہے کہ ۱۸۸۴ء میں ۱۳ یورپین ریاستوں کے نمائندے اور یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ کے نمائندے برلن میں اکٹھے ہوئے۔ غرض کیا تھی؟ افریقہ کی بندر بانٹ۔ چنانچہ تمام افریقہ کے براعظم کو انہوں نے وہاں ایسے ٹکڑوں میں تقسیم کیا کہ کچھ ٹکڑے کسی کے حصہ اثر میں آئے اور کچھ ٹکڑے کسی اور کے حصہ اثر میں آئے۔ غرضیکہ تمام یورپین ممالک نے اپنے اپنے حصہ اثر کے ٹکڑے چن لئے اور معاہدہ یہ ہوا کہ ہم ایک دوسرے کے حصہ اثر کے ٹکڑوں میں دخل نہیں دیں گے فی الحقیقت یہ تقسیم تمام تر یورپین ریاستوں کے مفاد میں کی گئی تھی۔

اس کی تفصیل اس مضمون میں بھی بیان ہوئی ہیں اور تاریخ میں ویسے ہی یہ مضمون پوری

چھان بین کے ساتھ ہمیں تالیف ہوا ہوا ملتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان تقسیمات میں ہرگز کسی افریقن قوم یا کسی افریقن ملک کے مفاد کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور قوموں کو نہ قومیت کی بناء پر تقسیم کیا گیا، نہ لسانی یکجہتی کی بناء پر تقسیم کیا گیا، نہ دیگر مفادات کو دیکھا گیا، نہ اقتصادی مفادات کو دیکھا گیا، نہ یہ دیکھا گیا کہ کہاں قدرتی دولتیں یعنی معدنیات موجود ہیں اور کہاں نہیں اور نہ یہ دیکھا گیا کہ ریاستیں بہت چھوٹی ہو جائیں گی اور اقتصادی لحاظ سے آزادی کے ساتھ چلنے کی اہل بھی رہیں گی یا نہیں، نہ یہ دیکھا گیا کہ ریاستیں اتنی بڑی ہو جائیں گی کہ ان کے نتیجے میں دیگر ریاستوں کے حقوق خطرے میں پڑ جائیں گے اور ان کے مفادات کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ یہ وہ خلاصہ ہے جو ہمیں تاریخ میں بھی ملتا ہے اور اس مضمون میں بڑی عمدگی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس کے نتیجے میں جو غیر معمولی تکالیف افریقہ کے باشندوں کو اٹھانی پڑیں اور اب بھی اٹھائے چلے جارہے ہیں اس کی تفصیل بھی آپ کو تاریخ میں ملتی ہے اور اس مضمون میں بھی مختصراً ذکر ہے۔

خلاصہ کلام یہی ہے کہ سارے افریقہ کے براعظم کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں یا بعض بڑے ٹکڑوں میں اس نیت سے بانٹ دیا گیا کہ اس نحلہ زمین کے تمام تر مفادات اہل مغرب کو حاصل ہوں اور حاصل ہوتے رہیں۔ اب آزادی کے بعد افریقہ کو جو اکثر مسائل درپیش ہیں وہ اسی غلط تقسیم کے نتیجے میں ہیں کیونکہ قومی یکجہتی کا تصور ابھرنے کے ساتھ لسانی اشتراک کے خیالات بھی ابھرتے ہیں اور جغرافیہ کی حدود انسان اور پاتا ہے اور قومی یکجہتی اور لسانی اشتراک کی حدود اور طرح دیکھتا ہے۔ پھر تاریخی طور پر افریقہ کی قوموں کی ایک دوسرے سے دشمنیاں ہیں مثلاً لائبریا میں بعض قوموں کی بعض دوسری قوموں سے دشمنیاں ہیں لیکن یہ صرف ملک کے اندر نہیں بلکہ بڑے بڑے علاقوں میں یہ دشمنیاں پھیلی پڑی ہیں اور ان میں سے بعض دشمنی والی قوموں کو اس طرح کاٹ دینا کہ وہ نسبتاً کمزور دوسری قوموں پر حاوی ہو جائیں، غرضیکہ بہت سی ایسی شکلیں ابھرتی ہیں جن کے نتیجے میں سارا افریقہ اس وقت بے اطمینانی، عدم اعتماد اور منافرتوں کی لپیٹ میں ہے۔ ان تمام نا انصافیوں کو دور کرنے کی طرف نہ کبھی کسی نے توجہ کی، نہ اس کی ضرورت سمجھتے ہیں بلکہ اب تو معاملہ اس حد تک آگے بڑھ چکا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ان نا انصافیوں کو کالعدم کر کے افریقہ کی نئی تقسیم کی جائے تو جو موجودہ خطرات ہیں ان سے بہت زیادہ خطرات افریقہ کے امن کو درپیش ہوں گے۔

پس یہ ہے خلاصہ تاریخ اور جغرافیہ کے تعلقات کا۔ اب جب ہم کویت پر عراق کے قبضے کی طرف واپس آتے ہیں تو اس ساری صورت حال کا یہ تجزیہ میرے سامنے آیا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم ملک مسلمان ملک کی سر زمین پر قبضہ کر لے اور جغرافیہ تبدیل کر دے تو دنیا کے امن کو کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ اگر کوئی مغربی طاقت یا سب طاقتیں مل کر ایک وسیع براعظم کے جغرافیہ کو بھی تبدیل کر دیں اور تہس نہس کر دیں اور ایسی ظالمانہ تقسیم کریں کہ ہمیشہ کے لئے وہ ایک آتش فشاں مادے کی طرح پھٹنے کے لئے تیار براعظم بن جائے تو اس سے امن عالم کو کوئی خطرہ درپیش نہیں ہوگا لیکن اگر ایک مسلمان ملک کسی مسلمان ملک کی زمین پر قبضہ کرے تو اس سے سارے عالم کے امن کو خطرہ ہوگا اور اس عالمی خطرے کو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

یہ آخری منطوق ہے جو اس سارے تجزیے سے اُبھر کر ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس کے باوجود کہ یہ ساری باتیں معروف اور معلوم ہیں، یہ کوئی ایسی تاریخ نہیں ہے جس کو میں نے کھوج کر کہیں سے نکال کر پڑھا ہے اور جس سے مسلمان دانشور واقف نہیں یا مسلمان ریاستوں کے سربراہ واقف نہیں، سب کچھ ان کی نظر کے سامنے ہے اور دیکھتے ہوئے نہیں دیکھ رہے کہ اس وقت جو کچھ مشرق وسطیٰ میں ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے اس کا تمام تر نقصان اسلام کو اور اہل اسلام کو پہنچے گا اور تمام تر فائدہ غیر مسلم ریاستوں کو اور غیر مسلم مذاہب اور طاقتوں کو میسر آئے گا اس جنگ کی جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا جو بھی قیمت چکانی پڑے گی وہ تمام تر مسلمان ممالک چکائیں گے اور یہ جو عظیم الشان فوجوں کی حرکت ایک براعظم سے دوسرے براعظم کی طرف ہو رہی ہے یہ غیر معمولی اخراجات کو چاہتی ہے اس کے لئے دولت کے پہاڑ درکار ہیں لیکن یہ وہی دولت کے پہاڑ ہیں جو سعودی عرب نے اور شیخٹم نے ان ہی ملکوں میں بنا رکھے تھے اور وہی اب قانونی طور پر ان کے سپرد کر دیئے جائیں گے کہ یہ تمہارے ہو گئے۔ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں رہا اور نتیجہ ایک ابھرتے ہوئے اسلامی ملک کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دینا اور مسلمانوں کے دل میں اس خیال کا پیدا ہونا بھی جرم قرار دیا جانا کہ وہ اپنی عزت نفس کے لئے کسی قسم کی کوئی آزادکار روائی کر سکتے ہیں۔

عراق کو بھی ہم نے بہت سمجھانے کی کوشش کی اور جس طرح بھی ہوا ان کو پیغام بھجوائے گئے کہ آپ خدا کے لئے خود اپنے مفاد کی خاطر اور اس اسلامی مفاد کی خاطر جو آپ کے پیش نظر ہے

اس نا انصافی کے قدم کو پیچھے کر لیں کیونکہ تاریخ کے حوالے سے اگر جغرافیہ تبدیل ہونے لگیں تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، افریقہ میں بھی اب یہ ناممکن ہو گیا ہے۔ دنیا میں اکثر جگہوں پہ یہ ممکن نہیں رہا اس لئے خود آپ کا مفاد اس میں ہے، کویت کا مفاد اس میں ہے، عالم اسلام کا مفاد اس میں ہے کہ اس اٹھے ہوئے قدم کو واپس لے لیں اور اپنی طاقت کو بڑھائیں اور عالم اسلام کو متحد کرنے کی کوشش کریں لیکن افسوس کہ وہاں بھی یہ بات نہیں سنی گئی اور دیگر مسلمان عرب ممالک نے بھی ذرہ بھی دھیان اس بات پر نہیں دیا کہ ہم غیر مسلم طاقتوں سے مل کر ان کے سارے ظلم کا خراج برداشت کرتے ہوئے ایک مسلمان ریاست کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں جس کے بعد اس تمام علاقے سے ہمیشہ کے لئے امن اٹھ جائے گا۔ عالمی امن کو خطرہ ہے یا نہیں ہے مگر یہ ریاستیں جو اس جنگ کا خراج برداشت کرنے والی ہیں اور کرایے کے لڑنے والوں کو باہر سے بلا کر لائی ہیں ان کو میں یقین دلاتا ہوں کہ پھر وہ کبھی اپنے ماضی کی طرف واپس لوٹ کر نہیں جاسکیں گی۔ بد حال سے بد حال تک پہنچتے چلے جائیں گے اور کبھی پھر امن اس علاقے کا منہ دوبارہ نہیں دیکھے گا اس لئے اب اس نصیحت کے بعد جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے دعا ہی باقی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ان کو عقل دے اور ہماری نصیحت کی بات خواہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو اپنے فضل سے اس میں طاقت بخشے اور دلوں کو اسے قبول کرنے پر آمادہ فرمادے کیونکہ اللہ ہی ہے جو ان حالات کو تبدیل کر سکتا ہے۔ بہت خوب اس لکھنے والے نے لکھا کہ

Only a Divine power could reverse this tragedy peaceably

کہ اب تو صرف کوئی الہی طاقت ہی ہے جو اس انتہائی دردناک صورتحال کو پر امن کیفیت کے ساتھ تبدیل کر دے۔ پر امن کوششوں کے ذریعے تبدیل کر دے۔

اب ہم ہندوستان پر نگاہ ڈالتے ہیں وہاں پہلے جو ہو چکا وہ ہو چکا۔ جو کشمیر میں اب ہو رہا ہے وہ بھی ہو رہا ہے لیکن سب سے بڑی دردناک بات یہ ہے کہ وہاں بھی تاریخ کے نام پر ایک اور طرح کی جغرافیائی تبدیلی کی جا رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ساڑھے تین سو سے چار سو سال کے عرصے کے درمیان، پہلے بابر نے ایک ہندو مندر کو جو اجدھیا میں پایا جاتا تھا اور رام کا مندر کہلاتا تھا Demolish کر دیا، منہدم کر دیا اور اس کی جگہ ایک مسجد تعمیر کر دی جسے بابر ہی مسجد کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق تاریخی حوالے کس حد تک مستند ہیں۔ یہ بحث ہندوستان کی ایک عدالت میں ابھی جاری ہے

لیکن زیادہ تر بنیاد اس الزام کی ایک مسلمان درویش کی ایک روایا پر ہے جس نے یہ دیکھا تھا کہ باہری مسجد کے نیچے رام کا مردہ دفن ہے اور اس لئے یہاں پہلے ایک مندر ہوا کرتا تھا اور اس کی جگہ اب مسجد بنائی گئی ہے تو یہاں گویا کہ رام مدفون ہو گیا۔ کسی کی یہ روایا بھی بہت پرانی ہے۔ یہ وہ حوالہ ہے جس کی رو سے ہندوؤں نے اپنے عدالتی کیس کو تقویت پہنچانے کی کوشش کی ہے اور دیگر بھی بہت سی ایسی سندرات پیش کرتے ہیں جن کی فی الحقیقت کوئی تاریخی حیثیت نہیں مگر بہر حال یہ تو عدالتی معاملہ ہے، اس میں زیر بحث ہے مگر قطع نظر اس کے کہ یہ دعویٰ سچ ہو یا جھوٹ، چار سو سال پہلے کی تاریخ کو اگر اس طرح تبدیل کرنے کی آج کوشش کی جائے تو اس کو صرف اس اصول پر جائز سمجھا جاتا ہے جو مغربی طاقتوں کا اصول ہے کہ اگر غیر مسلم کریں تو جائز ہے، اگر مسلمان کریں تو جائز نہیں ہے۔ مسلمانوں کے لئے نہ اس وقت جائز تھا، نہ اب جائز ہے کہ اس عمارت کو اپنے پاس رکھیں اور ہندوؤں کے لئے یہ جائز ہے کہ جب چاہیں پرانی تاریخ کے حوالے سے آج کے قبضوں کی کیفیت بدل دیں اور آج کے جغرافیہ کو تبدیل کر دیں۔

پس ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے لئے بہت ہی بڑا خطرہ درپیش ہے لیکن یہ خطرہ دراصل ان خطرات سے زیادہ ہے جو جغرافیائی خطرات دیگر جگہوں پر درپیش ہیں۔ یہاں اسلام کی عظمت اور اسلام کی توحید کو خطرہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اور خدا کی توحید کو ایک خطرہ درپیش ہے۔ وہ جگہ جہاں خدائے واحد کی عبادت کی جاتی تھی وہاں اب بے حقیقت اور ایسے بُوں کی عبادت کی جائے گی جو جن خداؤں سے وابستہ ہیں ان خداؤں کا ہی کوئی وجود نہیں۔ پس ایک خدائے واحد کی عبادت گاہ کو جو توحید کی علمبردار ہو بت خانوں میں تبدیل کرنا یہ محض ایک چھوٹا سا حادثہ نہیں بلکہ تمام اسلام کی بنیاد پر حملہ ہے اور اس کا جو اثر ہے وہ ہندوستان پر بہت دور تک پھیلے گا اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کا امن ظاہری طور پر بھی ہندوستان سے اُٹھ جائے گا اور بہت ہی خوفناک فسادات کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوگا جس کو روکا نہیں جاسکے گا۔ بہر حال یہ ایک بہت ہی غیر معمولی جذباتی اور اعتقادی اہمیت کا معاملہ ہے جسے عالم اسلام کو سمجھنا چاہئے لیکن اس کے ساتھ ہی جو رد عمل اس کے نتیجے میں پیدا ہونا چاہئے وہ اسلامی رد عمل ہونا چاہئے۔ مجھے افسوس ہے کہ یہاں بھی ویسی ہی صورتحال ہے جیسا کہ عراق سے تعلق رکھنے والے مسائل کی ہے۔ ایک طرف ہم بنگلہ دیش پر نظر ڈالتے ہیں کہ اسے غصے میں کہ بعض ہندوؤں نے یا یوں کہنا

چاہئے کہ لاکھوں ہندوؤں نے بابرؒ کی مسجد پر حملے کی کوشش کی اور بعض اس میں داخل بھی ہو گئے اور پہلے سے نصب شدہ بت کی وہاں عبادت بھی کی گئی، انہوں نے بہت سے مندر جلا ڈالے اور منہدم کر دیئے اور بہت سے ہندوؤں کی املاک لوٹ لیں اور ان کا قتل و غارت کیا۔ کیا یہ اسلامی رد عمل ہے؟ یقیناً نہیں۔ ناممکن ہے کہ اسلامی تعلیم کی رو سے اس رد عمل کو جائز قرار دیا جائے۔

اسلام تمام دنیا کے مذاہب کی عظمت اور ان کی حرمت کی حفاظت کرتا ہے۔ عظمت کی حفاظت ان معنوں میں نہیں کہ ان کے سامنے اعتقادی لحاظ سے سر جھکانے کی تعلیم دیتا ہے بلکہ اس لحاظ سے کہ جو ان مذاہب کو عظیم سمجھتے ہیں ان کو قانونی تحفظات مہیا کرنے کی تلقین کرتا ہے کہ وہ جس طرح چاہیں، چاہے باطل کو بھی عظیم سمجھیں وہ جس کو عظیم سمجھنا چاہتے ہیں عظیم سمجھتے رہیں۔ پس جہاں تک ان کے دلوں کا اور ان کے دلوں کے احترام کا تعلق ہے ان کی حفاظت کرنا دراصل ان مذاہب کی عظمت کی حفاظت کرنا ہے اور حرمت کی حفاظت اس طرح کرتا ہے کہ مسلمان کو یہ اجازت نہیں کہ وہ دوسروں کے عبادت خانوں کو منہدم کرے اور ان کی جگہ خواہ مسجد بنائے یا کچھ اور تعمیر کر دے۔

یہ ہندوستان میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ دراصل پاکستان میں ہونے والے چند واقعات کا رد عمل ہے۔ جس طرح ہندوستان میں ہونے والے واقعات کا ایک رد عمل مشرقی بنگال میں یا یوں کہنا چاہئے کہ بنگلہ دیش میں ظاہر ہوا اور سندھ کے بعض علاقوں میں ظاہر ہوا اسی طرح ظلم کے رد عمل دوسری جگہ ہوتے رہتے ہیں اور ہندوستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اس میں یہ حوالہ دیا جا رہا ہے کہ پاکستان میں بھی تو یہی کچھ ہوتا ہے۔ پاکستان میں بھی تو انتہاء پرست مٹاؤں مذہب کے نام پر اپنے اقتدار کو غیروں پر قائم کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اس لئے وہ ہندو پارٹی جو دراصل اس سارے فساد کی ذمہ دار ہے اس کے راہنما بار بار یہ حوالے دے چکے ہیں کہ اگر پاکستان کے مٹاؤں کو یہ حق ہے کہ اسلام کے نام پر جن کو وہ غیر مسلم سمجھتا ہے ان کے تمام انسانی حقوق دبا لے تو کیوں ہندومت ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ ہم ہندومت کے نام پر ہندومت کی عظمت کے لئے تمام مسلمانوں کے تمام بنیادی حقوق دبا لیں۔ چنانچہ ایک موقع پر گزشتہ الیکشنز میں اس نے یہ اعلان کیا کہ مسلمانوں کو میں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ یا ہندوؤں کے اقتدار میں کلیہً ان کے حضور سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس ملک میں زندہ رہیں یا اپنا بوریا بستر لپیٹیں اور اس ملک سے رخصت ہو جائیں

کیونکہ ہندوستان میں اس لیڈر کے نزدیک اب مسلمان اور اسلام کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ یہ ویسا ہی اعلان ہے اور اس حوالے سے کیا گیا ہے جو پاکستان کے ملاں نے احمدیوں کے متعلق کیا۔ وہاں تو انہوں نے غیر مسلم ہوتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف، ان مسلمانوں کے خلاف یہ اعلان کیا جو دعویٰ کرتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں کسی ہندو فرقے کو زبردستی مسلمان بنا کر ان کے خلاف یہ اعلان نہیں کیا اس لئے نا انصافی تو ہے لیکن اس نا انصافی کی جو بنیاد ہے اس بنیاد کے قیام میں کوئی نا انصافی نہیں۔ کھل کر انہوں نے یہ کہا کہ جو غیر ہندو ہے اس کے لئے ہمارے یہ جذبات ہیں مگر غیر ہندو کا فیصلہ غیر ہندو کرے گا۔ ہم زبردستی بعضوں کو غیر ہندو قرار دے کر ان پر اپنے فیصلے نہیں ٹھونس گے۔

مگر پاکستان میں جو ظلم اور زیادتی ہوئی وہ اس سے بھی ایک قدم آگے ہے وہاں پہلے اسلام کے جانثاروں کو، حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صداقت کا کلمہ پڑھنے والوں کو، خدا تعالیٰ کی توحید کا کلمہ پڑھنے والوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا اور پھر ان سے وہ تمام ناروا سلوک کئے گئے جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا لیکن چونکہ انہوں نے غیر مسلم بنا کر ایسا کیا اس لئے غیر مسلم دنیا کے ہاتھ یہ بہانہ تو بہر حال آ گیا کہ پاکستان کا ملاں اسلام کی سند کو استعمال کرتے ہوئے جن کو غیر مسلم سمجھتا ہے ان سے یہ سلوک کرتا ہے تو ہم غیر مسلموں کو (اس میں وہ بہر حال ہندو شامل کرتے ہیں) کہ ہم ہندوؤں کو پھر کیوں یہ حق نہیں ہے کہ ہم مسلمانوں سے جو چاہیں سلوک کریں۔ پس جب پاکستان میں مسجدیں منہدم کی جا رہی تھیں اور چاروں صوبے اس بات کے گواہ ہیں کہ چاروں صوبوں میں خدائے واحد و یگانہ کی عبادتگا ہوں کو جن میں خالص اللہ کی محبت اور اس کے عشق میں عبادت کرنے والے پانچ وقت اکٹھے ہوا کرتے تھے منہدم کر دیا گیا، جب احمدیوں کی مساجد کو ویران کرنے کی کوشش کی گئی، جب وہاں سے کلمہ توحید کا بلند ہونا ان کے جذبات پر ظلم کرنے کے مترادف قرار دیا گیا اس وقت ان کو کیوں خدا کا خوف نہیں آیا اور کیوں اس بات کو نہیں سوچا کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پھر ضرور ظالموں کو پکڑتی ہے اور ان کو اپنے کردار کی تصویریں دکھاتی ہے۔

پس جو بدبختی ہندوستان میں ہو رہی ہے اور مسلمانوں پر جو عظیم مظالم توڑے جا رہے ہیں اس کی داغ بیل پاکستان کے ملاں نے ڈالی ہے۔ یہ وہ مجرم ہے جو خدا کے حضور جوابدہ ہوگا۔ اس دنیا میں بھی آپ دیکھیں گے کہ ایک دن آئے گا جب یہ ملاں اپنے ظلم و تعدی کی وجہ سے پکڑا جائے گا اور

آخرت میں تو بہر حال ان کا رسوا اور ذلیل ہونا مقدر ہو چکا ہے سوائے اس کے کہ یہ توبہ کریں۔ پس پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے اثرات غیر دنیا پر پڑتے ہیں، غیر دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے اثرات دوسری دنیا کے حصوں پر پڑتے ہیں۔ غیر مسلم دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کے اثرات اسلام کی دنیا پر پڑتے ہیں۔ غرضیکہ اس طرح یہ دنیا ایک ایسی دنیا نہیں ہے جو مختلف جزیروں کی صورت میں ایک دوسرے سے الگ رہ رہی ہو۔ ایک جگہ ہونے والے واقعات کا اثر موجوں کی طرح دوسرے حصے کے اوپر ضرور اثر انداز ہوتا ہے اور ظلم ہمیشہ ظلم کے بچے دیتا ہے۔ پس اگر ہم نے دنیا میں انصاف کو قائم کرنا ہے اور ہم ہی نے دنیا میں انصاف کو قائم کرنا ہے تو ہمیں ظلم کے خلاف جہاد کرنا ہوگا۔ ہمیں انصاف اور امن کے حق میں جہاد کرنا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے:

”انصر اخاک ظالما او مظلوما جب پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! مظلوم بھائی کی تو ہم حمایت کریں، ظالم بھائی کی کیسے حمایت کریں؟ آپ نے فرمایا! ظلم سے ان کے ہاتھ روک کر ان کی حمایت کریں۔“ (بخاری کتاب المظالم والغضب حدیث نمبر: ۲۲۶۳)

پس جہاں جہاں بھی مسلمان ممالک نے یہ غلط رد عمل دکھایا ہے اور اسلام کے نام پر نہایت ہی کرہیہ حرکات کی ہیں اور ہندوؤں کے مندروں کو لوٹایا منہدم کیا ہے ان کے ظلم سے ہاتھ روکنا ہمارا کام ہے اور یہی ان کی مدد ہے اور جہاں جہاں مظلوم مسلمان غیروں کے ظلم کی چکی میں پیسے جا رہے ہیں وہاں جس حد تک بھی ممکن ہے ان کی مدد کرنا یہ بھی عین اسلام ہے اور اسی کا حکم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیں فرمایا: اس لئے احمدیوں کو ہر دو محاذ پر جہاد کے لئے تیار ہونا چاہئے۔

سچا رد عمل تو یہ تھا کہ ایسے موقع پر سب سے پہلے تو تمام غیر مذاہب کے عبادت خانوں کی حفاظت کے لئے تمام مسلمان ممالک تیار ہو جاتے اور ہندوستان کے سابق وزیر اعظم وی۔ پی۔ سنگھ سے نصیحت پکڑتے۔ وہ ایک عظیم راہنما ہے اگرچہ وہ اب طاقت پر فائز نہیں لیکن انصاف کا تقاضا ہے کہ ان کی حق پرستی کی تعریف کی جائے۔ ہندوستان کی بہت ہی بڑی بد نصیبی ہے، ایک تاریخی بد نصیبی ہے کہ اتنے عظیم الشان راہنما کی راہنمائی سے محروم ہو گیا جس کے پیچھے چل کر ہندوستان کی کھوئی ہوئی ساری عظمتیں مل سکتی تھیں کیونکہ وہ راہنما جو حق پرست ہو اور حق کی خاطر اپنے مفادات کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو، آج کی دنیا میں قوم کو اس سے بہتر کوئی اور لیڈر میسر نہیں آ سکتا۔ دو باتیں وی۔ پی۔ سنگھ

صاحب نے ایسی کیں جن کی وجہ سے میرے دل میں ان کی بہت ہی عزت قائم ہوئی اور محبت قائم ہوئی اور میں دعا کرتا رہا کہ اللہ کرے کہ دنیا کے دیگر راہنما بھی اس طرح حق پرست بن جائیں۔

سب سے پہلے تو لاکھوں اور کروڑوں مظلوم اچھوتوں کے لئے یہ تنہا کھڑے ہو گئے اور اپنی پارٹی کے ان لیڈروں کے اختلاف کو بھی چیلنج کیا جو ان کے اقتدار کے لئے خطرہ بن سکتے تھے اور تمام ملک میں یہ قانون رائج کیا کہ وہ اچھوت جو ہزاروں سال سے مظلوم چلے آ رہے ہیں ان کے حقوق کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے لئے حکومت میں نوکریوں کے تحفظات دیئے جائیں اور ایک خاص فیصد مقرر کر دی گئی کہ اتنی فیصد تعداد کی نسبت کے لحاظ سے لازماً اچھوت قوموں کے لئے حکومت کی ملازمتیں ریزرو رکھی جائیں گی۔ یہ ایک بہت بڑا قدم تھا اور ایسے ہندوستانی ملک میں یہ قدم اٹھانا جہاں ایک لمبے عرصے سے اونچی ذات کا قبضہ رہا ہو، جہاں ان کا مذہب انہیں کہتا ہو کہ اونچی ذات کے حقوق زیادہ ہیں اور نچلی ذات کے کوئی بھی حقوق نہیں، ایک بہت غیر معمولی عظمت کا مظاہرہ تھا جو بہت کم دنیا کے لیڈروں کو نصیب ہوتی ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ جب اس کے خلاف ایک شور برپا ہوا تو سینہ تان کے اس کا مقابلہ کیا اور کوئی پرواہ نہیں کی کہ اس کے نتیجے میں اقتدار ہاتھ سے جاتا ہے کہ نہیں۔ ابھی یہ شور و غوغا کم نہیں ہوا تھا کہ ان کے خلاف سازشیں کرنے والوں نے بابرئ مسجد کے تنازعہ کو زیادہ اچھا لانا شروع کیا اور لاکھوں کروڑوں ہندو اس بات کے لئے تیار ہو گئے کہ وہ بابرئ مسجد کی طرف کوچ کریں گے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اور وہاں وہ پرانا تاریخی لحاظ سے موجود یا غیر موجود جو بھی شکل تھی رام کے مندر کی دوبارہ تعمیر کریں گے۔ اتنے بڑے چیلنج کا مقابلہ کرنا اور ہندو فوج کی اکثریت کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ اگر تمہارے ہم مذہب بھی جتھہ در جتھہ یہاں حملہ کرنے کی کوشش کریں تو ان کو گولیوں سے بھون دو لیکن مسجد کے تقدس اور ہندوستان کے قانون کے تقدس کی حفاظت کرو۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بلاشبہ بہت سے ہندو ان کوششوں میں مارے گئے اور ہندو فوجیوں کے ہاتھوں مارے گئے، ہندو پولیس کے ہاتھوں زدو کوب کئے گئے اور اس کے علاوہ بہت سے زخمی ہوئے، بہت سے قید ہوئے۔ ان کے راہنما کو جو بہت بڑی طاقت کا مالک ہے اور جس کے اشتراک اور اتحاد کی وجہ سے ان کی حکومت قائم تھی ان کو قید کر دیا گیا۔ غرضیکہ یہ جانتے ہوئے کہ جس شاخ پر میں بیٹھا ہوا ہوں اسی شاخ کو کاٹ رہا ہوں۔

بیوقوفی کی وجہ سے نہیں بلکہ بہادری اور اصول پرستی کی خاطر اس عظیم راہنما نے گرنا منظور کر لیا، خواہ گر کر اس کی سیاسی زندگی کو بھی ہمیشہ کے لئے خطرہ درپیش تھا لیکن کوئی پرواہ نہیں کی۔

پس ایسے راہنما جو انصاف کے نام پر کہیں بھی قربانی کے لئے تیار ہوتے ہیں، اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ان کی عظمت کو تسلیم کیا جائے اور ان کی مدد کی جائے کیونکہ **وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ** (المائدہ: ۳) میں کسی مذہب کے نام پر تعاون کا حکم نہیں بلکہ انصاف اور خداخونی کے نام پر تعاون کا حکم ہے۔ اچھی باتوں اور خداخونی کے نام پر تعاون کا حکم ہے۔ بہر حال یہ اب آنے والی تاریخ بتائے گی کہ ہندوستانی قوم نے کس حد تک ان واقعات سے نصیحت پکڑی ہے اور کس حد تک وہ اپنے سگسوں کو اپنے سوتیلوں سے پہچاننے کی اہلیت رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے مگر عالم اسلام کو ان کا ممنون ہونا چاہئے تھا۔ عالم اسلام کو ایسی صورت میں ہندوستان کی حکومت کو بلاوجہ تنقید کا نشانہ بنانے کی بجائے اچھے تقویت دینی چاہئے تھی، ان کے لئے لازم تھا کہ یہ اعلان کرتے کہ جو ہندو انتہاء پسند کر رہے ہیں سخت ظلم کر رہے ہیں اور ہم برداشت نہیں کریں گے لیکن ہندوستان کے وہ راہنما جو اس ظلم کے خلاف نبرد آزما ہیں اور کمزوری محسوس کرتے ہوئے بھی وہ سینہ تان کر اس کے خلاف کھڑے ہو گئے ہیں ہم ان کو ہر طرح سے تقویت دینے پر تیار ہیں۔ ہر طرح سے ان کی مدد کرنے پر تیار ہیں۔ یہ انصاف کی آواز تھی جو اسلام کی آواز ہے اور جہاں تک دھمکیوں کا تعلق ہے، یہ گیدڑ بھسکیوں سے تو کبھی کوئی ڈرا نہیں۔ باقاعدہ تمام مسلمان ممالک کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہئے تھا اور ہندوستانی حکومت کو کوئی ٹھوس پیغام دینا چاہئے تھا۔ یہ بتانا چاہئے تھا کہ تمہارے مفادات اتنے گہرے اور اتنے قیمتی مفادات، اسلامی ممالک سے وابستہ ہیں کہ اگر تم نے بالآخر یہ حرکت ہونے دی تو تمہارے مفادات کو شدید نقصان پہنچے گا کیونکہ یہ بات انصاف کے خلاف نہیں ہے کہ کسی قوم سے اقتصادی بائیکاٹ اس لئے کیا جائے کہ اس نے جارحیت کا طریق اختیار کیا ہے۔ پس سزا دینے کے مختلف طریق ہوتے ہیں اور یہ سزا تو دراصل ایک ظلم کو روکنے کے لئے ذریعہ بنتی تھی۔ صرف ایک کویت کی چھوٹی سی سرزمین سے جس پر ایک اسلامی ریاست قائم تھی پانچ لاکھ ہندوستانی اپنے اقتصادی مفادات کو قربان کر کے واپس اپنے وطن جانے پر مجبور ہو گئے۔ اب اگر کویت میں پانچ لاکھ جمع تھے تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سارے عالم اسلام میں کتنے ہندو مفادات اور کتنے ہندوستانی مفادات ہوں گے اور ہندوستان کی موجودہ اقتصادی

حالت کسی قیمت پر یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اتنے بڑے اقتصادی خطرے کو مول لے۔ پھر حکومت جس کی بھی ہو، کسی نام سے آئے وہ اسلامی قدروں کا جائز احترام کرنے پر مجبور کر دی جاسکتی ہے۔

پس یہ جو معقول اور جائز طریق ہیں ان کو چھوڑ کر چند مندرجہ بالا کر اور بھی زیادہ اسلام کو ذلیل و رسوا کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ اس میں کوئی بھی فرق نہیں پڑتا کہ کسی کی عبادت گاہ کو منہدم کرو، جلاؤ، رسوا اور ذلیل کرو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر فرق نہیں پڑتا تو پھر ایک مسجد سے کیا فرق پڑ جائے گا تو بہر حال یہ جو خطرات ہیں یہ بھی ایسے معاملات ہیں جن میں سوائے اسلامی فکر اور تقویٰ کے نور کے صحیح فیصلے نہیں ہو سکتے اور عالم اسلام کو چاہئے کہ وہ جاہلانہ جذباتی رد عمل دکھانے کی بجائے متقیانہ رد عمل دکھائے جس میں طاقت ہوگی، جو مفید ہوگا، جو اسلام کی بدنامی کی بجائے اسلام کی عظمت کو دنیا میں قائم کرنے کا موجب بنے گا اور اس کے نتیجے میں کوئی فائدہ بھی حاصل ہوگا۔

جہاں تک پاکستان کی موجودہ حکومت کا تعلق ہے بہت سے احمدی اس خیال میں پریشان دکھائی دیتے ہیں اور مجھے خطوط بھی ملتے ہیں کہ یہ وہ حکومت ہے جس میں وہ عناصر اوپر آگئے ہیں جو احمدیت کے دشمن تھے اور ہیں لیکن جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو حکومت کے سربراہ ہیں اور جو اقتدار پر قابض ہوئے ہیں ان کے اور دعاوی ہمارے سامنے آرہے ہیں لیکن اس سے پہلے کہ میں اس مضمون کو مختصر اُبیان کروں، پاکستان کی ذیلی مجالس کے ربوہ میں ہونے والے اجتماعات سے متعلق تازہ صورتحال سے آپ کو مطلع کرتا ہوں۔

تین چار دن پہلے کی بات ہے کہ Fax کے ذریعے اطلاع ملی کہ ہمارے ضلع کا ڈپٹی کمشنر کوئی غیر معمولی طور پر شریف معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس نے ہماری درخواست پر پہلی دفعہ نہ صرف بغیر کسی تردد کے لجنہ کے اجتماع میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی اجازت دی بلکہ خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں بھی لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی اجازت دے دی جو عجیب بات تھی اور بظاہر انہونی تھی اور انصار اللہ کے اجتماع میں بھی لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی اجازت دے دی تو اس لئے ہم فوری طور پر یہ تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس پر مجھے خیال آیا کہ اللہ اس ڈپٹی کمشنر پر رحم کرے، شریف بھی ہے اور سادہ بھی ہے۔ نہیں جانتا کہ کن حالات میں یہ اجازت دے رہا ہے مگر بہر حال یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ شریف بھی ہے اور بہادر بھی ہے اور خدا کرے یہی بات درست ہو۔ بہر حال انہوں نے اجازت دیتے وقت اس

خیال کا بھی اظہار کیا کہ اب اگر کوئی تبدیلی ہو تو میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض سادگی نہیں تھی بلکہ جانتے تھے کہ اس حکم کو تبدیل کروایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ علماء فوری طور پر سیکرٹری وزارت مذہبی امور مرکزیہ سے ملے اور اس نے ان کو تعجب سے کہا کہ میں؟ ایک ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو یہ جرأت کہ احمدیوں کو اپنے اجتماع کے لئے لاؤڈ سپیکر کی اجازت دے دے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، آپ بھول جائیں اس بات کو، یہ ناممکن ہے۔ چنانچہ دو دن بعد ہی جماعت کو تحریری حکم مل گیا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب معذرت کے ساتھ اطلاع کرتے ہیں کہ ان کو اپنا پہلا اجازت نامہ منسوخ کرنا پڑ رہا ہے اور اس کے نتیجے میں پہلے لجنہ کا اجتماع، انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ اجتماع منعقد نہ کیا جائے اور پھر یہ فیصلہ کیا کہ بغیر لاؤڈ سپیکر کے ہی خدام الاحمدیہ کا اجتماع منعقد کیا جائے۔ مگر آج ہی Fax ملی ہے کہ دوسرا حکم نامہ یہ ملا ہے کہ صرف لاؤڈ سپیکر کی اجازت ہی منسوخ نہیں کی جاتی بلکہ اجتماع منعقد کرنے کی اجازت بھی منسوخ کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے ربوہ میں بہت ہی بے چینی ہے، تکلیف ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے Fax کے انداز سے ہی کہ احمدی نوجوان جو مقامی ہیں یا باہر سے آئے ہیں، اس وقت بہت کرب کی حالت میں ہیں۔ ان کو میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ ہمارے لمبے سفر ہیں۔ یہ اس قسم کے جو واقعات احمدیت کی تاریخ میں ہو رہے ہیں یہ بعض منازل سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہمارا قیام ان منازل پر نہیں ہے۔ جو قافلے لمبے سفر پر روانہ ہوتے ہیں انہیں رستے میں مختلف قسم کے ڈاکوؤں، چوروں، اُچکوں، بھیڑیوں اور دیگر مخلوقات سے خطرات پہنچتے رہتے ہیں اور تکلیف پہنچتی رہتی ہے لیکن قافلوں کے قدم تو نہیں رُک جایا کرتے۔ ان کے گزرتے ہوئے قدموں کی گردان چہروں پر پڑ جاتی ہے جو ان کے خلاف غوغا آرائی کرتے ہیں اور شور مچاتے ہیں اور کچھ کاٹنے کی بھی کوشش کرتے ہیں اور تاریخ کی اس گرد میں ڈوب کر وہ ہمیشہ کے لئے نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ ہاں ان مدفون جگہوں کے نشانات باقی رہ جاتے ہیں تو آپ تو لمبے سفر والی قوم ہیں۔ ایسے لمبے سفر والی قوم ہیں جن کی آخری منزل قیامت سے ملی ہوئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ مسیح اور قیامت آپس میں ملے ہوئے ہیں تو بعض علماء نے یہ سمجھا کہ اس کا مطلب ہے کہ مسیح کے آتے ہی قیامت آجائے گی۔ بڑی ہی جہالت والی بات ہے۔ مراد یہ تھی کہ مسیح کا زمانہ قیامت تک ممتد ہوگا۔ بیچ میں اور کوئی زمانہ نہیں

آئے گا۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی مثال بھی قیامت کے ساتھ اسی طرح دی اور اپنی اور مسیح کی مثال بھی اسی طرح دی کہ ہم دونوں اس طرح اکٹھے ہیں جس طرح اُنگلیاں جڑی ہوئی ہیں تو یہ مطلب تو نہیں تھا کہ بیچ میں زمانہ کوئی نہیں آتا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ زمانہ اس وقت تک ممتد ہوگا اور بیچ میں کوئی روک ایسی نہیں جو اس زمانے کو منقطع کر سکے اور پہلے کو دوسرے سے کاٹ سکے تو جس قوم کے اتنے لمبے سفر ہیں وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر تکلیف محسوس کرنے لگے اور دل چھوڑنے لگے یہ بات تو کوئی آپ کو زیب نہیں دیتی۔

بات یہ ہے کہ اس نئی حکومت نے جب اقتدار سنبھالا اور ان کے ہاتھ میں اقتدار کی تلوار آئی تو کئی طرف سے خوف اور خطرہ کا اظہار کیا گیا لیکن اس حکومت کے سربراہوں نے یہ اعلان کیا کہ ہم شریف نواز لوگ ہیں، ہم شرافت کو نوازنے والے ہیں اور شرفاء کو ہم سے ہرگز کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ غالباً ان ہی اعلانات کے اثر میں ایک شریف النفس ڈپٹی کمشنر نے وہ قدم اٹھایا جو اس نے اٹھایا لیکن دوسری طرف احمدیوں کے کانوں میں ایک اور آواز آرہی ہے اور وہ مُلّا نوں کی آواز ہے۔ وہ کہتے ہیں تم اس آواز سے دھوکہ نہ کھانا، اقتدار کسی کے قبضے میں ہو، ظلم اور تعدی کی تلوار ہمارے ہاتھوں میں ہے اور ہم جب چاہیں جس گردن پر چاہیں یہ تلوار اس پر گرا کر اس کو تن سے جدا کر سکتی ہے تو تم دیکھو کہ یہ تلوار ہمارے ہاتھوں میں آگئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں نے اس آواز کو سنا اور اس کی وجہ سے ان کے دلوں پر کئی قسم کے اندیشے قبضہ کر گئے، کئی قسم کے توہمات میں وہ مبتلا ہو گئے اور اس وقت ایسی ہی کیفیت دکھائی دے رہی ہے۔ میں ان کو اسی مضمون کی ایک اور بات یاد کرانا چاہتا ہوں جس میں جو کچھ بھی میں نصیحت کر سکتا تھا اس کا بہترین خلاصہ بیان ہو گیا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک غزوہ کے موقع پر اپنے غلاموں سے بچھڑ کر اکیلے ایک درخت کے سائے میں آرام فرما رہے تھے کہ آپ کی آنکھ ایک لاکار کی آواز سے کھلی۔ ایک دشمن مسلمانوں سے نظر بچا کر آپ تک پہنچا اور آپ ہی کی تلوار اٹھا کر اس نے آپ کے سر پر سونتی اور کہا کہ اے محمد! بتا اب تجھے میرے ہاتھوں سے اور میری اس تلوار سے کون بچا سکتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اسی طرح اطمینان سے لیٹے رہے اور فرمایا: میرا خدا۔ (ترمذی کتاب صفۃ القیامہ حدیث نمبر: ۲۴۳۱)

کتنی عظیم بات ہے۔ تمام دنیا میں قیامت تک مومنوں پر آنے والے ابتلاؤں کا ایک ہی جواب ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس وقت اس ظالم کو دیا اور ہمیشہ ہر مومن ہر ظالم کو یہی جواب دیتا رہے گا اور اگر یہ جواب نہیں دے گا تو اس کے بچنے کی کوئی ضمانت دنیا میں نہیں ہے۔ پس تم یہ نہ دیکھو کہ آج تلوار کس کے ہاتھ میں ہے تم یہ دیکھو کہ وہ ہاتھ کس خدا کے قبضے میں ہے۔ وہ بازو کس قدرت کے تابع ہیں جنہوں نے آج تمہارے سر کے اوپر ایک تلوار سونتی ہوئی ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تلوار پہلے گرے گی مگر ہمارا خدا جانتا ہے اور وہ گواہ ہے کہ تلوار گرانے والوں پر اس کے غضب کی بجلی پہلے نازل ہوگی اور وہ ہاتھ شل کر دیئے جائیں گے جو احمدیت کو دنیا سے مٹانے کے لئے آج اٹھے ہیں یا کل اٹھائے جائیں گے۔ اس تقدیر کو دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔

گزند پہنچیں گے، تکلیفیں پہنچیں گی۔ قرآن فرماتا ہے کہ ایسا ہوگا۔ روحانی اور جذباتی طور پر تم کئی قسم کی اذیتیں پاؤ گے لیکن اگر تم ثابت قدم رہو اور اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے جواب پر ہمیشہ پوری وفا اور توکل کے ساتھ چمٹے رہو کہ اے تلوار اٹھانے والے دشمن! جس طرح کل میرے خدا نے خدا والوں کو تیری تلوار سے نجات بخشی تھی اور اپنی حفاظت میں رکھا تھا، آج بھی وہی زندہ خدا ہے۔ اسی کی جبروت کی قسم کھا کر ہم کہتے ہیں کہ وہی خدا آج ہمیں تمہارے ظلم و ستم سے بچائے گا۔

پس آپ کو اگر ان دعاوی سے تکلیف ہے تو مجھے ان احمدیوں کے اس رد عمل سے تکلیف پہنچی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ من ذلک یہ تلوار اب ان ہاتھوں میں آئی ہے کہ جو ضرور احمدیت کا سر کاٹ کے رہیں گے۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا۔ ہمیشہ ان ظالموں کی مخالفت نے احمدیت کی ترقی کے سامان پیدا کئے ہیں، نئے راستے کھولے ہیں۔ گزشتہ ابتلاؤں میں ضیاء کے گیارہ سال اس طرح کٹے کہ ہر لمحہ اس کی چھاتی پر سانپ لوٹتے رہے مگر احمدیت کی ترقی کو وہ دنیا میں روک نہیں سکا اور آخر انتہائی ذلت کے ساتھ نامراد اور ناکام اس دنیا سے رخصت ہوا۔ پس تلواروں کے بدلنے سے تمہارے ایمان کیسے بدل سکتے ہیں۔ اپنے ایمانوں کی حفاظت کرو اور ثابت قدمی دکھاؤ اور اللہ پر توکل رکھو اور یقین کرو کہ وہ خدا جس نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے وہ خدا اور اس کے رسول ضرور غالب رہیں گے اور ضرور غالب رہیں گے اور ضرور غالب رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ